63

قرآن کریم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو

(فرمودہ ۱۹- اگست ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ' سورۃ فاتحہ اور آیات کریمہ الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ[1] کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی راہنمائی اور بہتری کے لئے قرآن کریم نازل فرمایا ہے- کروڑوں آدمی ہر زمانہ میں اس پر ایمان لاتے رہے ہیں اور مجموعی تعداد مسلمانوں کی آج تک پندرہ بیس ارب بلکہ اس سے بھی زیادہ گزری ہے- گویا بنی نوع انسان کی ایک دفعہ کی آبادی کئی دفعہ مسلمان ہو کر مرچکی ہے- لیکن چونکہ عام طور پر لوگ ایمان اور اسلام کی حقیقت سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے' اس لئے جو لوگ ماننے والوں میں ہوتے ہیں ان کا بھی ایک حصہ جزئی یا کلی طور پر نہ ماننے والوں میں شامل ہوتا ہے- ان کے مونہوں پر ایمان ہوتا ہے' ان کی زبانوں پر ایمان ہوتا ہے' بسااوقات انکے چہروں پر بھی ایمان ہوتا ہے- اور کئی دفعہ ان کے دل میں بھی ایمان ہوتا ہے لیکن باوجود اس کے وہ حقیقت ایمان سے معرّا ہوتے ہیں- وہ ایمان نجات تو شاید حاصل کرلیتے ہیں لیکن ایمان تقرب سے محروم رہتے ہیں- دنیا میں کئی انسان ایسے ہوتے ہیں جو جاہل کہلانے کے مستحق نہیں ہوتے لیکن باوجود اس کے انہیں کوئی عالم بھی نہیں کہتا- جس طرح کئی انسان بیمار کہلانے کے مستحق نہیں ہوتے لیکن وہ رستم و اسفندیار کے ساتھی بھی نہیں کہلاسکتے- اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قلیل پر قانع ہوجاتے ہیں- پس وہ نجات تو پاجاتے ہیں لیکن قرب الٰہی کی نعمت سے محروم رہتے ہیں-

رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ایک مجلس میں تشریف رکھتے تھے- ایک اعرابی آیا اور اس نے

کہا یا رسول اللہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا خدا نے آپ کو کہا ہے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھنی چاہئے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس نے پھر کہا میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو خدا نے کہا ہے کہ ہر مستطیع پر عمر بھر میں ایک دفعہ حج فرض ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اسی طرح اس نے روزوں کے متعلق پوچھا۔ زکوٰۃ کے متعلق دریافت کیا۔ پھر اٹھا اور کہنے لگا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں ان احکام پر ضرور عمل کروں گا۔ مگر ان سے زیادہ نہیں کروں گا۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اگر اس نے سچ بولا ہے تو یہ نجات پا گیا[2]۔ یعنی جو کچھ اس نے کہا ہے اگر اس پر عمل کیا تو نجات حاصل کر لے گا۔ پس اس میں شبہ نہیں کہ فرائض کی ادائیگی انسان کو نجات دلا سکتی ہے۔ اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ مجمل ایمان بھی ایک حد تک نجات دلا سکتا ہے۔ جب سچے دل سے ایک انسان یہ سمجھتا ہو کہ وہ قرآن کریم کو مانتا ہے اور پھر سچے دل سے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہو تو گو اس سے معمولی غلطیاں بھی سرزد ہوں' اللہ تعالیٰ کا فضل اسے ڈھانپ لیتا اور اسے نجات کا وارث بنا دیتا ہے لیکن نجات انسان کا اصل مقصود نہیں۔ نجات کے معنی ہیں عذابوں' تکلیفوں اور دکھوں سے محفوظ ہو جانا۔ میں اس وقت نجات سے مراد عام اصطلاح لے رہا ہوں۔ میرا منشاء اس نجات سے نہیں جو قرآن کریم نے بیان کی ہے۔ وہ بالکل اور نجات ہے اور یہ بالکل اور قسم کی۔ تو نجات کے عام معنے لغت کے لحاظ سے یا عام محاورہ کے لحاظ سے عذابوں اور دکھوں سے بچ جانے کے ہیں۔ اب کون شخص اس امر کو تسلیم کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس لئے پیدا کیا ہے تا وہ عذابوں سے بچ جائے۔ یہ تو اس صورت میں بھی مقصد حاصل تھا جب وہ کسی کو پیدا ہی نہ کرتا۔ اس صورت میں سارے انسان عذابوں سے محفوظ تھے۔ انسان کو پیدا کر کے یہ کہنا کہ یہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تا عذابوں سے محفوظ ہو جائے بالکل بے معنی بات ہے۔ پس نجات انسان کا مقصود نہیں۔ اگر انسان نہ بھی پیدا ہوتا تو بھی وہ جہنم سے بچا ہوا ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا دنیا کو پیدا کرنا بتاتا ہے کہ اس سے مراد کوئی ایسا مقصد ہے جو پیدا کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ پس نجات انسان کا مقصد نہیں بلکہ انسانی پیدائش کا مقصد قربِ الٰہی ہے۔ اگر انسان نے قربِ الٰہی حاصل کر لیا تو اس نے اپنے منتہائے زندگی کو حاصل کر لیا۔ کیونکہ مقصد ہمیشہ وہ ہوا کرتا ہے جو پہلے انسان کو حاصل نہ ہو۔ اگر انسانی پیدائش کا مقصد صرف نجات ہے تو دکھوں اور عذابوں سے بچ جانا کونسی نئی بات ہے جو بغیر پیدا ہوئے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر انسان پیدا نہ ہوتا تو بھی وہ مال کے نقصان سے بچا ہوا ہوتا' تجارت کے نقصان سے محفوظ

ہوتا' جھوٹے مقدمات کی مضرات سے محفوظ ہوتا' کوئی ڈاکو اس پر حملہ نہ کرتا' کوئی دشمن اسکی آبروریزی نہ کرتا' اسکے حقوق تلف نہ ہوتے' بادشاہ ظلم نہ کرتا' ہمسائے کی تکلیف سے بچا رہتا' لوگ اس پر بہتان نہ باندھتے' اسکے بیوی بچے نہ ہوتے نہ مرتے۔ پس اگر پیدا ہو کر بھی انہیں نقصانات سے نجات ملی تو کونسی زائد چیز مل گئی۔ حقیقت وہ ہوتی ہے جو حقیقت مثبتہ ہو اور اس میں کوئی زائد چیز انسان کو حاصل ہو اور میں نے بتایا ہے کہ وہ زائد چیز قرب الٰہی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر انسان پیدا نہ ہوا ہوتا تو وہ اسی طرح نجات پایا ہوا ہوتا جس طرح پیدا ہو کر وہ نجات حاصل کرتا۔ لیکن جو پیدا ہوا اور اس نے قرب الٰہی حاصل کیا اس نے ایک نئی چیز حاصل کی اور ایسی نعمت پائی جو بغیر پیدا ہوئے وہ نہیں پا سکتا تھا۔ پس محض نجات مومن کا مقصود نہیں۔ البتہ کافر کا یہ مقصد قرار دیا جا سکتا ہے۔ کوئی تندرست اپنا یہ مقصود قرار نہیں دیتا کہ وہ بخار سے بچ جائے۔ ہاں بیمار کا یہ مقصد ہوگا۔ اسی طرح جو جہنم میں پڑا ہوا ہے وہ تو کہہ سکتا ہے کہ میں جہنم سے بچ جاؤں لیکن جو جہنم میں نہیں وہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ پہلے ہی باہر ہے۔ پس محض نجات کافر کا مقصد ہو سکتی ہے لیکن مومن کا مقصد نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے اسلام کے تمام مذاہب والے نجات پر ہی بحث کرتے ہیں۔ کیونکہ انکے دل محسوس کرتے ہیں کہ وہ جہنم میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہودی' عیسائی' ہندو' سکھ غرض سب مذاہب والے نجات کا ذکر کریں گے۔ اور اسی پر بحثیں کریں گے مگر قرآن کریم نجات کا بہت ہی کم لفظ استعمال کرتا ہے یا نجات کے ہم معنی الفاظ شاذ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ قرآن کریم جس بات پر زور دیتا ہے وہ قرب الٰہی ہے۔ بار بار فرماتا ہے وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [۲] کہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اس قسم کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے اللہ تعالیٰ کی رضاء اور اسکی محبت کا حاصل ہو جانا بلند ترین مدارج روحانیہ کا حاصل ہونا' اعلیٰ روحانی طاقتوں کا حاصل ہونا اور دنیا میں ہی ایک نئی زندگی حاصل ہو جانا' یہ چیزیں ہیں جن کی ضرورت ہے اور یہ چیزیں ہیں جن پر اسلام زور دیتا ہے۔ اور اسی لئے مومن جب تمنا کرے گا تقرب الٰہی کی کرے گا جس کے حصول کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ انسان قرآن کریم سمجھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ میں یہ امید نہیں کر سکتا کہ کسی انسان سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ کلی طور پر انسانی غلطیوں سے پاک ہونا انسانی طاقتوں سے بالا ہے۔ اور کلی طور پر شرعی غلطیوں سے پاک ہونا اللہ تعالیٰ کے خاص خاص بندوں کا حصہ ہوتا ہے۔ باقی سے قصور

سرزد ہوتے ہیں مگر وہ لمم کے طور پر ہوتے ہیں۔ ان کا دل پر اثر نہیں ہوتا۔ وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے ایک نظافت پسند اور صاف کپڑے پہننے والا شخص جب بازار میں سے گزرتا ہے تو غلاظت کے چھینٹے اس کے کپڑوں پر پڑ جاتے ہیں۔ لیکن عام طور پر ایسے شخص کی حالت اچھی ہوتی ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ غلیظ ہے۔ کیونکہ اسے گندگی کے ساتھ شغف پیدا نہیں ہوتا۔ ایک بازار سے گزرنے والا انسان جس پر غلاظت کے چھینٹے پڑ جاتے ہیں اور اس دھوتی پوش لالہ میں کیا فرق ہے جو نہایت گندی دھوتی پہنے ہوتا ہے۔ اور دکان سے اتر کر نیچے نالی میں پیشاب کرتا اور دھوتی سے ہی پیشاب پونچھ کر حلوا پوری بنانے لگ جاتا ہے۔ بظاہر پہلے شخص کے کپڑوں پر بھی غلاظت پڑی اور لالہ کے کپڑوں کو بھی غلاظت لگی۔ مگر کیا کوئی عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی جیسے ہیں۔ ہر سمجھدار شخص کہے گا کہ وہ لالہ جس نے نالی میں پیشاب کیا اور پھر کپڑے سے پونچھ کر دکان پر آبیٹھا' وہ غلاظت کو پسند کرتا ہے۔ مگر وہ نظیف الطبع انسان جس پر چلتے چلتے گندگی کے چھینٹے آپڑے' وہ غلاظت کو ناپسند کرتا ہے۔ اس لالہ کے دل میں غلاظت ہے مگر اس شخص کے ظاہر پر غلاظت ہے۔ پس جو کامل مؤمن ہوتا ہے بسا اوقات اس سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کئی دفعہ مجبوریاں ایسی پیش آجاتی ہیں جن کی وجہ سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ غفلت بھی گناہ کا موجب بن جاتی ہے۔

غفلت کی مثال میں رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب سوتے سے آدمی اٹھے تو چاہئے کہ ہاتھ دھو کر برتن میں ڈالے کیونکہ کیا معلوم اس کا ہاتھ سوتے وقت کہاں پڑ گیا[5]۔ جس طرح جسم پر سونے کی حالت میں غفلت طاری ہوتی ہے اسی طرح روح پر بھی بعض اوقات غفلت غالب آجاتی ہے۔ اور وہ غفلت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے صاف کپڑوں والے انسان پر غلاظت کے چھینٹے آپڑیں۔ لیکن ایسی غفلت نہ صرف یہ کہ درجہ کو گھٹاتی نہیں بلکہ بسا اوقات درجہ کو بلند کر دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت معاویہ کے متعلق سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ فجر کی نماز کے وقت ان کی آنکھ نہ کھلی جب اٹھے تو نماز فوت ہو چکی تھی۔ اس پر انہیں اس قدر صدمہ ہوا کہ سارا دن روتے رہے۔ اور انہوں نے اس غم کی وجہ سے زندگی میں موت دیکھ لی۔ دوسرے دن وہ سو رہے تھے کہ کشفاً ان کو کسی نے آکر جگایا اور کہا کہ اٹھو جلدی کرو نماز میں دیر ہو رہی ہے۔ انہوں نے پوچھا تو کون ہے۔ وہ کہنے لگا میں شیطان ہوں۔ حضرت معاویہ نے کہا تیرا کام تو نماز سے روکنا ہے تو نماز کے لئے جگاتا کیوں ہے۔ وہ کہنے لگا میں نے تمہیں نماز سے روک کر دیکھ لیا ہے۔

اس طرح مجھے گھاٹا رہا۔ کل جب میں نے تجھے سلائے رکھا تو اس نماز کے رہ جانے کی وجہ سے تجھے اس قدر صدمہ ہوا کہ تو سارا دن روتا رہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرے بندے کو بہت ہی دکھ ہوا ہے اسے ایک کی بجائے سو باجماعت نمازوں کا ثواب دے دیا جائے۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں تو ایک کے ثواب سے بھی محروم رکھنا چاہتا تھا مگر اسے تو سو باجماعت نمازوں کا ثواب مل گیا۔ آج میں جگانے آیا ہوں کہ کہیں پھر تجھے سو نمازوں کا ثواب نہ مل جائے۔ پس اگر انسان سچا اور کامل مؤمن بنے تو اس کی غلطیاں بھی نیکی بن جاتی ہیں۔ اور اس کے قصور بھی ترقی کا موجب ہو جاتے ہیں اس کے گرانے کا موجب نہیں بنتے۔ مگر شرط یہی ہے کہ اس کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور توکل ہو' اسے صدمہ نہ پہنچے۔ گویا اس کی حالت اس گلی میں سے گزرنے والے انسان کی طرح ہو جس کے کپڑے مصفّٰی ہوں اور جو خود بھی نظیف الطبع ہو۔ مگر باہر سے اس پر چند چھینٹے غلاظت کے آپڑیں اور وہ اپنے ماحول سے متأثر ہو جائے۔ اس لالہ کی طرح نہ ہو جو دکان سے اتر کر نالی میں پیشاب کرتا اور پھر پیشاب کے چھینٹوں کو دھوتی سے پونچھ لیتا اور انہی گندے ہاتھوں سے حلوا پوری بنانے لگ جاتا ہے۔ مگر یہ کامل ایمان کی حالت قرآن کریم سے نصیب ہوتی ہے جب انسان قرآن کریم کو سمجھتا اور اس پر عمل کرتا ہے تب اسے تفصیلی ایمان نصیب ہوتا ہے۔ مگر بہت لوگ اجمالی ایمان کے حصول پر ہی یہ خیال کر لیتے ہیں کہ انہیں تفصیلی ایمان حاصل ہو گیا۔ ایسے لوگ حقیقی تو نہیں لیکن نجاتی مومن کہلا سکتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کا ایک حصہ طاعونی احمدی ہے ۔ یعنی ہزاروں ایسے لوگ ہماری جماعت میں شامل ہیں جو اگرچہ احمدیت قبول نہ کرنے کی حالت میں بھی احمدیت کو سچا سمجھتے تھے لیکن اگر طاعون نہ آتی تو وہ کہتے کہ ہمیں ظاہرا جماعت میں شامل ہونے کی کیا ضرورت ہے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے دل میں احمدیت کو سچا مان لیا۔ مگر جب طاعون آئی اور اس نے احمدی اور غیر احمدی میں ممتاز فرق پیدا کرنا شروع کیا اور انہوں نے دیکھا کہ طاعون غیر احمدیوں کو کھائے چلی جارہی ہے تو وہ کھلے طور پر احمدی کہلانے لگ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنستے ہوئے اس حصہ جماعت کو طاعونی احمدی کہا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ شخص جس کا مقصد صرف یہ ہو کہ وہ دوزخ سے بچ جائے' اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے محفوظ رہے وہ طاعونی احمدی کی طرح نجاتی مومن تو کہلا سکتا ہے مگر حقیقی نہیں۔ حقیقی وہی ہے جسے تقرّبِ الٰہی کی خواہش ہو اور پھر وہ اس کے حصول کے لئے کوشش بھی کرے۔ مگر یہ چیز تفصیلی ایمان کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔

میں دیکھتا ہوں کہ بہت لوگ ایسے ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو قرآن مجید سے تفصیلی ایمان حاصل کرنے کی خواہش نہیں رکھتے۔ یوں دنیا میں ہر شخص اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے بہانے بنالیتا ہے۔ حتیٰ کہ چور بھی بہانے بنالیتے ہیں اور فاحشہ عورتیں بھی۔ پس اگر ایسے لوگ بھی کسی بہانہ کی آڑ لے لیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے ایک چور سے میں نے پوچھا کہ تم راتوں کو جاگتے اور اپنے آپ کو مشکلات میں ڈال کر چوری کرتے اور دوسروں کا مال لوٹتے ہو تمہیں شرم نہیں آتی کہ حرام کی روزی کھاتے ہو۔ وہ کہنے لگا واہ مولوی صاحب کوئی شخص ہماری جیسی بھی حلال روزی کماتا ہے۔ راتیں ہم جاگ کر کاٹتے ہیں' قید و بند کی مصیبتوں میں ہم اپنے آپ کو ڈالتے ہیں' جان کا ہمیں خطرہ ہوتا ہے' اس کے بعد ہزاروں مشکلات پیش آتی ہیں ان پر غالب آکر ہم پیسہ نکالتے ہیں ہم سے زیادہ حلال کی کمائی اور کس کی ہوسکتی ہے؟ تو چور نے بھی اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے بہانہ بنالیا۔ اسی طرح فرماتے تھے ایک کنچنی ایک دفعہ کہنے لگی۔ ہم سے زیادہ کون حلال روزی کماتا ہے۔ دنیا میں ہر شخص سودے میں دوسرے کو لوٹتا ہے اور اس کی تمام کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ لے زیادہ اور دے کم مگر ہم وہ چیز دیتی ہیں جس کی کوئی قیمت ہی نہیں دے سکتا۔ غرض ہر شخص اپنے لئے کوئی نہ کوئی عُذر اور بہانہ تلاش کرلیتا ہے۔ اس قسم کے بہانوں کو نظرانداز کرکے اگر ہم اصل حقیقت کو دیکھیں تو درحقیقت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے ایسے احکام بیان کردیئے ہیں کہ استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر باقی تمام حالتوں کے لئے وہ کافی ہیں اور انسان ان پر عمل کرسکتا ہے۔ استثنائی صورتیں ہر امر میں پیدا ہو جاتی ہیں مگر انہیں علیحدہ کرکے عام حالات کے لئے عام قاعدے جاری ہوا کرتے ہیں۔ مگر یہ بہانہ ساز شخص استثنائی صورتوں کو اپنے لئے قاعدہ اور قاعدہ کو استثنائی صورت قرار دیدیتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ وہ اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے قاعدے کو استثناء اور استثناء کو قاعدہ بنا رہا ہے۔ اگر وہ اس بہانہ کو ترک کردے تو اسے نظر آجائے کہ قرآن مجید میں ہمارے لئے ہر قسم کے احکام موجود ہیں۔ ان لوگوں کے لئے بھی احکام موجود ہیں جو جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے بھی جو سچ بولتے ہیں' ان لوگوں کے لئے بھی احکام ہیں جو دیانتدار ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو غیر دیانتدار ہیں' اسی طرح ان لوگوں کے لئے بھی احکام ہیں جو نیکوکار ہیں اور ان کے لئے بھی جو بدکار ہیں' امینوں کے لئے بھی احکام ہیں اور خائنوں کے لئے بھی' انکے لئے بھی احکام ہیں جو اپنے بھائیوں کے اموال کی حفاظت

کرتے ہیں اور ان کے لئے بھی جو دوسروں کا مال چُراتے ہیں' ان کے لئے بھی جو دل کے صاف ہیں اور ان کے لئے بھی دل کے کھوٹے ہیں' ان کے لئے بھی احکام ہیں جو عبادات بجالاتے ہیں اور انکے لئے بھی جو نمازوں میں سست ہیں' افسروں کے لئے بھی احکام ہیں اور ماتحتوں کے لئے بھی' خاوندوں کے لئے بھی اور بیویوں کے لئے بھی' والدین کے لئے بھی اور بچوں کے لئے بھی' دوستوں کے لئے بھی اور دشمنوں کے لئے بھی' ہم قوم اشخاص کے لئے بھی اور ان کے لئے بھی جو غیر قوموں سے تعلق رکھتے ہیں' پھر اپنے مذہب والوں کے لئے بھی احکام ہیں اور غیر مذاہب والوں کے لئے بھی' ملکیوں کے لئے بھی اور غیر ملکیوں کے لئے بھی' غرض دنیا کا کوئی کام اور کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام موجود نہ ہوں مگر ہم میں سے جو کمزور ایمان والے ہیں اگر ان کے سامنے کوئی عمل کے لئے بات رکھی جائے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ استثنائی صورت ہے۔ اور یہ کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو امن قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ نہیں کہ جب وہ ایسا کہہ رہے ہوتے ہیں تو قرآن کو جھوٹا سمجھتے ہیں وہ قرآن کو سچا سمجھتے ہیں بلکہ جب وہ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں تب بھی قرآن کو سچا سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن نقص یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتے ہیں کہ ہر چیز میں استثناء ہوتا ہے۔ اور وہ اس امر کو بھول جاتے ہیں کہ استثناء کے لئے بھی قاعدے مقرر ہیں۔ وہ یہ تو جانیں گے کہ اگر دونوں ہاتھ کٹ جائیں تو وضو کرنا ناممکن ہو گا یا اگر لاتیں کٹ جائیں تو پاؤں دھونے سے مستثنیٰ ہو جائیں گے لیکن وہ یہ نہیں سوچیں گے کہ آیا ان کے پاؤں نہ دھونے یا وضو نہ کر سکنے کی یہی وجہ ہے یا کچھ اور۔ وہ استثنائی صورتوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو ان کے ماتحت لانے کی کوشش کریں گے۔ اور اس طرح باوجود اجمالی ایمان حاصل ہونے کے تفصیلی ایمان حاصل کرنے سے محروم ہو جائیں گے۔ میں نے کئی لوگوں سے یہ بات سنی ہے جب انہیں کہا جائے کہ شریعت نے فلاں مسئلہ بتایا ہے تو وہ کہہ دیں گے ٹھیک ہے لیکن آج کل اس پر عمل کرنے سے بدامنی پھیلتی ہے۔ گویا قرآن مجید نَعُوْذُ بِاللّٰہِ بدامنی پھیلانے کے لئے آیا ہے۔ اگر ایسے لوگ اپنے اس قول کی آپ ہی تشریح کریں تو انہیں معلوم ہو کہ وہ قرآن مجید پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ گویا اس کی تعلیمات بدامنی پھیلانے کا موجب ہیں۔ حالانکہ اس کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو انسان کو تباہی کی طرف لے جائے۔ چنانچہ دیکھ لو قرآن مجید کی ابتداء ہی اس سوال سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ پہلی بات جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتائی ہے یہ ہے کہ لَا رَیْبَ فِیْہِ یعنی قرآن کریم میں کوئی ایسا

حکم نہیں جو نقصان رساں ہو۔ رَیْبَ کے معنی کاٹنے اور قطع کرنے کے ہوتے ہیں۔ تو لَا رَیْبَ فِیْہِ کے یہ معنی ہوئے کہ اس میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو کاٹنے والی ہو یعنی نقصان اور ضرر پہنچانے والی ہو۔ اب اگر یہ تسلیم کرلیں کہ قرآن مجید پر عمل کرکے دنیا میں فساد واقع ہو جاتا ہے تو لَا رَیْبَ فِیْہِ جس کا ابتدائے قرآن میں ہی ذکر آتا ہے باطل ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں دو باتوں میں سے ایک ضرور تسلیم کرنی پڑے گی۔ یا تو یہ کہ جو کچھ قرآن نے کہا سچ ہے۔ اس صورت میں ہمارا قرآن کی تعلیم کو نقصان رساں سمجھنا ہماری عقل کی کوتاہی ہوگی اور اگر قرآن کی پہلی آیت ہی جھوٹی نکلی تو اگلی آیتوں کا کیا اعتبار رہا۔ کسی نے کہا ہے

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اگر پہلی اینٹ ہی معمار ٹیڑھی رکھے گا تو باقی عمارت کہاں درست ہوگی۔ اسی طرح اگر وہ پہلی آیت جو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور سورہ فاتحہ کے بعد جو قرآن عظیم ہے غلط نکلی تو پھر باقی قرآن بھی غلط ہوگا اور اگر قرآن مجید صحیح ہے تو پھر یہ پہلی آیت بھی صحیح ہے کہ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی ضرر والی بات نہیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میرا تجربہ ہے کہ میں نے قرآن مجید سے فلاں امر میں فیصلہ چاہا مگر اس کا نتیجہ خراب نکلا۔ تو اس کا بھی جواب دے دیا کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ قرآن ضرر سے تو پاک ہے مگر ساتھ ہی یہ شرط ہے کہ انسان کا تقویٰ کامل ہو۔ اگر تقویٰ کامل نہ ہو تو بہت دفعہ بجائے فائدہ حاصل کرنے کے انسان کو نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ مجھے قرآن کے کسی حکم پر عمل کرنے سے نقصان ہوا تو میں اسے کہوں گا کہ اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر تم متقی نہیں۔ کیونکہ اگر تم متقی ہوتے تو قرآن تمہیں نقصان نہ پہنچاتا بلکہ فائدہ پہنچاتا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے یہ قرآن منافقوں اور ان کی ذریت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ مگر مؤمنوں کے متعلق آتا ہے کہ یہ انہیں کامیابی کی منزل کے قریب لے جاتا ہے۔ پس اگر کسی کو قرآن مجید پر عمل کرنے سے نقصان پہنچا ہو تو یقیناً اپنے تقویٰ کے نقص کی وجہ سے پہنچا۔ اور اگر وہ غور کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید کی غلطی نہیں بلکہ اس کی اپنی ہے۔ دنیا میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ مشین کی طرح کام کرتی ہیں ان کا اپنا ارادہ اس میں داخل نہیں ہوتا۔ مثلاً مشین کی سوئی ہے یہ جب چبھے گی تو انسان کو زخمی کرے گی۔ اس میں یہ قدرت نہیں کہ جسے چاہے زخمی کرے اور جسے چاہے نہ کرے۔ یا ایک کولہو

کے اندر اگر کوئی ہاتھ دے گا تو وہ یقیناً پس جائے گا۔ ایک رس نکالنے والے بیلنے کے اندر ہاتھ رکھ دے گا تو بھی ہاتھ سلامت نہیں رہے گا۔ آگ کے اندر ہاتھ ڈالو گے تو بھی جل جائے گا۔ مگر قرآن مجید ایسی کتاب نہیں جو مشین کی طرح بے اختیارانہ کام کرتی ہو بلکہ وہ زندہ کتاب ہے اور زندہ کتاب زندہ انسانوں کی طرح ہوتی ہے۔ ایک بادشاہ اپنے پہریدار کو ایک جگہ کھڑا کرتا ہے اور اسے حکم دیتا ہے کہ کسی کو اندر مت آنے دو۔ اگر کوئی زبردستی اندر آئے تو اس کو گولی مار دو۔ اب کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب چور بھی اسی جگہ جاتا ہے جہاں پہریدار کھڑا ہے تو کیا وجہ ہے کہ پہریدار کو تو بادشاہ کچھ نہیں کہتا اور دوسرے کو گولی مارنے کا حکم دیتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بادشاہ مشین کے طور پر نہیں مارتا بلکہ اس کی گولی دشمن کو مارتی اور دوست کو بچاتی ہے۔ یہی حال قرآن کریم کا ہے وہ اپنے دوستوں کو آگ کی طرح نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ اس کی آیات پھول کی مانند شگفتہ ہیں جن سے وہ روحانی تروتازگی محسوس کرتے ہیں۔ لیکن یہی قرآن کریم آگ بن کر دشمن کی کھیتی پر گرتا اور اسے بھسم کر دیتا ہے۔ یہی قرآن مجید کی خوبی ہے۔ وہ کتاب جو یہ دعویٰ کرتی ہو کہ وہ مومن و کافر سے یکساں سلوک کرتی ہے بالالفاظ دیگر وہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ مشین ہے جس سے اچھے اور برے سب کو یکساں حصہ ملتا ہے۔ لیکن قرآن مجید مشین نہیں بلکہ وہ زندہ کتاب ہے۔ نادان کہتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ میں متقیوں کے لئے ہدایت نامہ ہوں۔ اور ان کے نزدیک یہ قابل اعتراض بات ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہنا یہ چاہیئے تھا میں فاسقوں اور فاجروں کے لئے ہدایت نامہ ہوں۔ مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ قرآن مجید کی عظیم الشان خوبی بیان کی گئی ہے۔ اگر قرآن مشین کی طرح ہوتا تو وہ سب سے یکساں سلوک کرتا۔ ایک یہودی ایک عیسائی ایک ہندو ایک سکھ سب اس کے نزدیک برابر ہوتے۔ لیکن چونکہ وہ زندہ کتاب ہے اس لئے مومن و کافر میں امتیاز کرتا ہے۔ سوائے ان عام قواعد کے جو کافر و مؤمن کے لئے برابر رکھے گئے ہیں ان کو چھوڑ کر باقی تمام جگہوں میں قرآن کریم اپنوں اور غیروں، متقیوں اور غیر متقیوں میں فرق کرے گا۔ اور یہی معنی ہیں اس آیت کے کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ جو ایمان تقویٰ سے آتا ہے وہ فائدہ پہنچاتا ہے مگر جو ایمان تقویٰ سے حاصل نہیں ہوتا وہ نقصان پہنچاتا ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ کے محل میں جائے اور وہ گولی سے زخمی ہو جائے تو کہے کہ بادشاہ اچھا منصف ہے جو اس کے پاس جاتا ہے اسے گولی مار دیتا ہے۔ ہر شخص کہے گا کہ یہ غلط ہے اصل بات یہ ہے کہ چونکہ تم نے داخلہ کی اجازت حاصل نہ کی تاکہ تم دوست سمجھے جاتے۔ بلکہ چوروں کی

طرح داخل ہوئے اس لئے تم سے چوروں کا سا سلوک ہوا۔ اگر دوستوں کی طرح داخل ہوتے اور پہلے اجازت لے لیتے تو پھر تم سے دوستوں کا سا سلوک کرتا۔

پس میں اپنے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرآن مجید سے تفصیلی ایمان حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ آج کل یہاں ایک لوکل انجمن بنی ہوئی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس میں قطعاً قرآن مجید کی تفاصیل کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ کئی قاضی ایسے مقرر کئے گئے ہیں جنہیں شاید قرآن مجید کی ایک آیت کا صحیح ترجمہ بھی نہ آتا ہو۔ پھر وہ کئی ایسے فیصلے کرتے ہیں جنہیں جب میں پڑھتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ یہ کس شریعت کے ماتحت کئے گئے ہیں۔ محض اپنے دماغ پر زور دے کر فیصلے کئے جاتے ہیں۔ اور دماغ بھی وہ جو غیر تربیت یافتہ اور اپنے صحیح مقام سے ہٹا ہوا ہے۔ اگر تم نے فیصلے ہی کرنے ہیں تو کیوں قرآن کے ماتحت نہیں کرتے اور کیوں محض اپنی عقلی تجاویز پر زور دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو بنی نوع انسان اور خصوصاً نبی کی جماعت میں داخل ہونے والوں کو نقصان پہنچا سکے۔ اور اگر تمہیں نقصان پہنچتا ہے اور تم دیکھتے ہو کہ تمہارے امور میں خلل واقع ہو رہا ہے تو اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ تم قرآن مجید سے فیصلہ نہیں کرتے۔ کوئی شخص قرآن کو چھوڑ کر فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر وہ قرآن کی باتوں کو نظر انداز کر کے دنیا میں امن قائم کرنا چاہتا ہے تو بھی وہ نقصان اٹھائے گا اور اگر جانتے ہوئے ادھر توجہ نہیں کرتا تو بھی نقصان اٹھائے گا۔ یہی ایسی کتاب ہے جو تمہارے لئے خضرِ راہ ہے اور یہی ایسی کتاب ہے جو قیامت تک تمہارے لئے خضرِ راہ رہے گی۔ کوئی بھی شخص ہو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی، عیسائی ہو یا ہندو، کوئی شخص فائدہ حاصل نہیں کر سکے گا جب تک وہ صحیح طور پر قرآن مجید کے بتائے ہوئے امور کو مدنظر نہ رکھے گا۔

پس یاد رکھو قرآن جو آیا ہے وہ ہمارے لئے عمل کے لئے آیا ہے۔ ہم سے پہلے وہ لوگ تھے جو غلافوں میں لپیٹ کر قرآن رکھ دیتے تھے اور کبھی اسے پڑھنے یا سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ پھر تم آئے اور تم نے پچھلوں سے ترقی کی تم نے قرآن مجید کو پڑھا اور اس کے معانی سمجھنے کی بھی کوشش کی اور خدا کے فضل سے ایک کثیر حصہ جماعت نے اس میں ترقی کی لیکن اگر کچھ حصہ بھی عمل کے وقت قرآن کو نظر انداز کر دیتا اور اپنے نفس کے پیچھے چلتا ہے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم رہتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈنے کی کوشش کرو اور خالی نجات کی فکر نہ کرو جو اگر انسان نہ پیدا ہوتا تب بھی اسے حاصل ہوتی۔ ایسی نجات کا فر کو مطلوب ہوتی ہے

مومن کو نہیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ کافر کہے گا يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا[^] کاش میں مٹی ہوتا یعنی عذاب سے بچ جاتا۔ تو یہ نجات کافر کا مقصد ہوتی ہے۔ مؤمن کا مقصد ہمیشہ قرب الٰہی ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اجمالی ایمان بھی نجات کا باعث ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہم ان کا جو احمدی کہلاتے ہیں جنازہ پڑھتے اور ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن تقرب کے لئے ضروری ہے کہ جو فیصلہ کرو قرآن مجید کے ماتحت کرو اور یقین رکھو کہ قرآن کا حکم ہی صحیح ہے۔ جو تمہاری عقل کہتی ہے وہ اس کی کوتاہی اور ناتجربہ کاری ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے اس وقت تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے میں سے زیادہ سمجھدار لوگوں سے دریافت کرو۔ وہ تمہیں بتا سکتے ہیں کہ قرآن کا حکم کس طرح صحیح اور درست ہے۔ پس اپنے اعمال کو قرآن کے مطابق کرو اور یاد رکھو کہ قرآن کی بنیاد لَا رَيْبَ فِيْهِ پر ہے۔ اگر تمہارے دل میں قرآن مجید کی عظمت ہے اور محض لغو کے طور پر تمہارے مونہوں سے یہ نہیں نکلتا کہ ہم قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور محض لغو کے طور پر تم یہ نہیں کہتے کہ تم قرآن کے ماتحت فیصلہ کرنا چاہتے ہو تو پھر اگر تم بعض اوقات اپنی کوتاہی عقل سے کسی حکم کو نظر انداز کر جاتے ہو تو قابل معافی ہو سکتے ہو لیکن اگر تم نے اس ایمان کے صرف یہ معنی سمجھ رکھے ہیں کہ صرف زبان سے کہہ دیا کہ ہم ایمان لے آئے اور عمل نہ کیا۔ اور جس شخص کے دل میں یہ خواہش نہیں کہ وہ قرآن مجید کے ماتحت فیصلہ کرے، چاہے وہ اپنے مونہہ پر بلکہ اپنے سارے جسم اور عضو عضو پر گودلے کہ میں احمدی ہوں میں احمدی ہوں تب بھی وہ خدا کے حضور اسی لسٹ میں درج ہو گا جو غیر مومنوں اور غیر احمدیوں کی ہے۔ پس یاد رکھو قرآن مجید کا ایک شوشہ بھی ایسا نہیں جو ناقابل عمل ہو، ایک شوشہ بھی ایسا نہیں جو حکمت سے خالی ہو، ایک شوشہ بھی ایسا نہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات روحانیہ کا وارث نہ بنا سکتا ہو اور ہر وہ عقل جو اس کے خلاف کہتی ہے۔ ہر وہ عقل جو اسے غلط سمجھتی ہے ہر وہ عقل جو اپنے خود تراشیدہ فیصلوں کو صحیح سمجھتی ہے وہ بے بہرہ ہے، اندھی ہے، دوزخی ہے، جہنمی ہے۔ وہ نہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ دوسرے کو۔ ایسی عقل بیش کی ڈلی سے مشابہت رکھے گی۔ جسے ناواقف آدمی نربسی خیال کر کے اٹھا لیتا اور کھا کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات نربسی کی بُری شکل دیکھ کر اور بیش کی خوشنمائی دیکھ کر انسان سمجھتا ہے کہ تریاق یہ ہے۔ حالانکہ جسے وہ زہر سمجھ رہا ہوتا ہے وہ تریاق ہوتا ہے اور جسے تریاق خیال کرتا ہے زہر ہوتی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ کسی کی عقل کسی بات کو اچھا قرار دے اور کہے کہ موزوں فیصلہ وہی ہے لیکن وہ زہر کا پیالہ ہو گا۔

جسے اگر وہ خود پئے گا تو مرے گا اور دوسروں کو پلائے گا تو انہیں مارے گا۔

(الفضل ۲۵۔ اگست ۱۹۳۲ء)

---

۱. البقرۃ: ۳،۲

۲. بخاری کتاب الصوم باب وجوب صوم رمضان

۳.

۴. البقرۃ: ۶

۵. نسائی کتاب الغسل والتیمم باب الامر بالوضوء من النوم

۶. ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۶،۵

۷. النباء: ۴۱